فقہ امامیہ کی روشنی میں بچوں کی حضانت (پرورش) کا حکم

ڈاکٹر محمد لطیف مطہری[1]

خلاصہ:

تربیت کے اقسام میں سے ایک جسمانی تربیت ہے۔ بچوں کی رشد، نشوونما اور ان کی صحت کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ بچوں کو اپنی فطری اور مادی ضروریات پورا کرنے، ان کو برقرار رکھنے، رشد، نشوونما، اپنے معاملات کی تدبیر اور منصوبہ بندی کے لیے دوسروں کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے معاملات کو سنبھال نہیں سکتے۔اس لیے بچوں کی جسمانی تربیت نہایت ہی ضروری ہے۔ یہاں جسمانی تربیت کا مطلب جسمانی نشوونما کے لیے بنیادی چیزیں فراہم کرنا اور بچے کی فطری اور مادی ضروریات کو پورا کرنا ہے۔ متون دینی میں جسمانی تربیت سے مربوط عناوین اور موضوعات میں ایک حضانت یعنی بچوں کی پرورش ہے۔ بچوں کی جسمانی تربیت میں اس عنوان کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے اور اسے بنیادی طور پر والدین کا فریضہ قرار دیا ہے۔اس مقالہ میں حضانت کا پس منظر، اصطلاحات کے معانی، حضانت اور ولایت کے درمیان فرق وغیرہ بیان کرنے کے ساتھ ساتھ حضانت کے دلائل جیسے عقلی دلیل، آیات وروایات اور عقلا کی سیرت بیان کی ہے۔اس تحقیق میں ہم تجزیاتی اور اجتہادی طریقہ سے آیات اور احادیث کی روشنی میں حضانت کے بارے میں والدین کے فرائض کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ دلائل کے مطابق والدین پر بچے کی حضانت، نگہداری اور پرورش واجب ہے۔

کلیدی الفاظ: حضانت، پرورش، ولایت، جسمانی تربیت، تعلیم وتربیت۔

[1]۔ اسلامک ریسرچ اسکالر، شعبہ فقہ تربیتی، استاد المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی، قم، ایران

کلیات :

جسمانی تربیت سے متعلق موضوعات میں سے ایک حضانت کا مسئلہ ہے۔ سب سے پہلے حضانت کی بحث کا پس منظر، اصطلاحات کے معانی، اسی عنوان سے شبیہ موضوعات کی جانچ پڑتال اور اس کے دلائل پر بحث کریں گے۔

حضانت کی بحث کا پس منظر :

قرآن مجید میں حضانت کا لفظ ذکر نہیں ہوا ہے لیکن اس کے بجائے رضاع اور کفالت کا ذکر موجود ہے۔ قرآن کریم میں حضانت کی ذمہ داری والدین پر عائد کی گئی ہے۔ نیز معصومین علیہم السلام کے زمانے میں لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام سے حضانت کے بارے میں پوچھتے تھے۔ اسی طرح فقہاء نے بھی زمانہ قدیم سے فقہی کتابوں میں حضانت اور اس کے احکام کے بارے میں بحث کی ہے۔ پس حضانت کا مسئلہ ایک طویل فقہی پس منظر رکھتا ہے۔ چوتھی صدی میں پہلی بار شیخ طوسی رہ نے کتاب "المبسوط فی فقہ الامامیہ" میں حضانت کے مسئلہ پر بحث کی ہے۔ اسی طرح قطب الدین بیہقی الکیدری نے بھی کتاب "اصباح الشیعة بمصباح الشریعہ" میں حضانت کے مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے۔ علامہ حلی رہ نے کتاب "شرایع الاسلام" میں حلال وحرام کے مسائل میں حضانت کا عنوان بھی ذکر کیا ہے۔ موجودہ دور میں حضانت کو فقہی کتابوں میں زیر بحث لایا گیا ہے۔

حضانت کا لغوی معنیٰ :

حاضن اور حاضنہ سے مراد وہ مرد اور عورت ہے جو بچے کی حفاظت، پرورش اور تعلیم کے لیے اقدامات اٹھاتے ہیں۔ (الحاضِنُ والحاضِنةُ: المُوَكَّلانِ بالصبيِّ يَحْفَظانِهِ و يُرَبِّيانه)[1] فراہیدی کتاب العین میں لکھتے ہیں: حضن زیر بغل سے لے کر ران تک ہے اور اسی سے ہی احتضانک الشی مطلب یہ ہے کہ تم کسی چیز کو گود میں اٹھاتے ہو اور جیسے ماں اپنے بچے کو آغوش میں لیتی ہے۔ حاضن اور حاضنہ اس مرد اور عورت کو کہا جاتا ہے جو بچے کی تربیت کرتا ہے۔ الحِضْن: ما دون الإبط إلى الكشح، و منه احتضانك الشيء وهو احتمالكه وحملكه فيحِضْنك.. والحَضَانة: مصدر الحاضِنة والحاضِن وهمااللذان يربيانالصبي)[2] بعض افراد کے مطابق: الْحَضْنُ كحمل: ما دون الكشح و احْتَضَنْتُ الشيء: جعلته في حَضْنِي، و

---

[1] ابن منظور،، محمد بن مکرم، لسان العرب، ج ۱۳، ص ۱۲۳، دار الفکر للطباعة والنشر والتوزیع - دار صادر، بیروت - لبنان، سوم، ۱۴۱۴ھ ق.

[2] فراہیدی، خلیل بن احمد، کتاب العین، ج ۳، ص ۱۰۵، نشر ہجرت، قم - ایران، دوم، ۱۴۱۰ھ ق؛ ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، ج ۱۳، ص ۱۲۲

الجمع أَحْضَانٌ كأحمال.. حضن حمل کی طرح ہے اور یہ ران کے علاوہ ہے۔ احْتَضَنْتُ الشيء: یعنی میں نے اسے اپنی بانہوں میں لینا اور اس کی جمع احضان ہے جیسے احمال۔ حضانت سے مراد بچے کی تربیت کا ولایت رکھنا ہے۔ اسی طرح وہ تمام چیزیں جو بچے کی تربیت سے تعلق رکھتی ہیں مثلاً بچے کی دیکھ بھال کرنا، اس کی پرورش کرنا، اسے اپنے نیند کی جگے پر سلانا، بچے کو اٹھانا، اس کے کپڑے اور جسم کو دھونا، اس کے بالوں میں کنگھی کرنا اور بچے کی تمام چیزیں اور دیکھ بھال اس میں شامل ہے۔[1]

حضانت کا اصطلاحی معنی:

شہید ثانی رہ حضانت کے بارے میں لکھتے ہیں: هي- بفتح الحاء- ولاية على الطفل و المجنون لفائدة تربيته و ما يتعلّق بها من مصلحته، من حفظه و جعله في سريره و رفعه و كحله و دهنه و تنظيفه و غسل خرقه و ثيابه و نحو ذلك. و هي بالأنثى أليق منها بالرجل، لمزيد شفقتها و..[2]

حضانت سے مراد بچے اور دیوانے پر اس کی پرورش اور تربیت کے لیے ولایت رکھنا ہے جیسے اس کی دیکھ بھال کرنا، اسے بستر میں لٹانا، اسے اٹھانا، کپڑے پہنانا، بچے پر تیل لگانا، اس کی صفائی کرنا، اس کے پرانے کپڑے دھونا وغیرہ۔ عورتیں مردوں کی نسبت حضانت کے لئے زیادہ مناسب ہیں کیونکہ وہ زیادہ مہربان ہیں اور اصل میں عورتیں اسی کام (حضانت) کے لیے ہی خلق ہوئی ہیں۔

محقق کرکی رہ فرماتے ہیں: {هي حفظ الولد، وتربيته، ودهنه، وكحله، وغسل خرقه وتنظيفه، وجعله في سريره وربطه إلى آخر سائر ما يحتاج إليه} حضانت کا مطلب ہے بچے کی دیکھ بھال کرنا، اس کی پرورش کرنا، بچے کو تیل اور عطر سے مالش کرنا، اس کے کپڑے دھونا، اس کی صفائی کرنا، بچے کو بستر پر بٹھانا اور اس کی ضروریات کو سمجھنا اور ہر اس چیز کا خیال رکھنا جس کی بچے کو ضرورت ہے۔[3]

بنابراین علماء کی تعریف کے مطابق، یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ بچے کے کام کرنے اور ان کے لیے خدمات فراہم کرنے میں مہارت حاصل کرنے کا نام حضانت ہے۔ یہ خدمات بچے کی جسمانی تربیت، سرپرستی اور اس کی حفاظت وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ جیسے

---

[1] طریحی، فخر الدین، مجمع البحرین، ج ۶، ص ۲۳۷.
[2] عاملی، زین الدین بن علی، مسالک الافہام الی تنقیح شرایط الاسلام، ج ۸، ص ۴۲۱.
[3] محقق کرکی، علی بن الحسین، جامع المقاصد، ج ۷، ص ۱۲۹.

دودھ پلانا، کھانا کھلانا، مناسب جگہ فراہم کرنا، محفوظ جگہ پر سلانا، صفائی کرنا، نہانا، کنگھی کرنا، بیماری کی صورت میں علاج کرنا وغیرہ۔

قرآن کریم اور احادیث میں لفظ حضانت

قرآن کریم میں لفظ حضانت استعمال نہیں ہوا ہے۔ اس لفظ کے بجائے رضاع اور کفالت جیسے الفاظ استعمال ہوا ہے۔ جیسے رضاع کے بارے میں آیت کریمہ ہے: {وَالْوالِداتُ يُرْضِعْنَ أَوْلادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كامِلَيْنِ لِمَنْ أَرادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضاعَة۔۔}[1] اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال تک دودھ پلائیں، یقیناً وہ جو بچے کو کاملا دودھ پلانا چاہتی ہیں۔ بعض مقامات پر قرآن کریم میں کفالت کا لفظ استعمال ہوا ہے: {وَ ما كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَ ما كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ}[2] اور آپ اس وقت موجود نہیں تھے جب وہ مریم کی حضاظت اور کفالت کے لیے قرعہ ڈال رہے تھے اور آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے جب وہ اس معاملے میں جھگڑا کر رہے تھے۔

قرآن کریم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تربیت اور سرپرستی کے بارے میں بھی کفالت کا لفظ استعمال کرتا ہے: {إِذْ تَمْشي أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلى مَنْ يَكْفُلُهُ فَرَجَعْناكَ إِلى أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُها..}[3] (وہ وقت یاد کرو) جب آپ کی بہن (فرعون کے پاس) گئیں اور کہنے لگیں: کیا میں تمہیں ایسا شخص بتادوں جو اس بچے کی پرورش کرے؟ اس طرح ہم نے آپ کو آپ کی ماں کے پاس پہنچادیا تاکہ ان کی آنکھ ٹھنڈی ہو جائے اور وہ رنجیدہ نہ ہوں۔ ایک اور آیت میں رب تعالیٰ فرماتا ہے: {وَ حَرَّمْنا عَلَيْهِ الْمَراضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلى أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ وَ هُمْ لَهُ ناصِحُون۔۔}[4] اور ہم نے موسیٰ پر دائیوں کا دودھ پہلے سے حرام کر دیا تھا، چنانچہ موسیٰ کی بہن نے کہا: کیا میں تمہیں ایک ایسے گھرانے کا پتہ بتادوں جو اس بچے کو تمہارے لیے پالیں اور وہ اس کے خیر خواہ بھی ہوں؟

پس قرآن کریم میں لفظ رضاع اور کفالت بچوں کی نگہداری اور پرورش کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ لیکن روایات میں حضانت کا لفظ ہی اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جیساکہ امام معصوم فرماتے ہیں: {قَالَ الْإِمَامُ ع فِي مَعْنَى الرَّحْمَنِ وَ مِنْ

---

[1] البقرۃ، ۲۳۳۔
[2] آل عمران، ۴۴۔
[3] طہ، ۴۰۔
[4] قصص، ۱۲

رَحْمَتِهِ أَنَّهُ لَمَّا سَلَبَ الطِّفْلَ قُوَّةَ النُّهُوضِ وَ التَّغَذِّي جَعَلَ تِلْكَ الْقُوَّةَ فِي أُمِّهِ وَ رَقَّقَهَا عَلَيْهِ لِتَقُومَ بِتَرْبِيَتِهِ وَ حَضَانَتِهِ }[1] جب اللہ تعالیٰ نے بچے سے نقل وحرکت اور تغذیہ کی طاقت لی، تو اس نے وہ طاقت ماں کو عطا کی ہے، اس نے ماں کو بچے کی پرورش اور اس کی دیکھ بھال کے لیے مہربان اور ہمدرد بنادیا ہے۔

ایک اور روایت میں بھی اس کا ذکر ہے۔ {أنّ النبي عليه السلام قال: الأم أحقّ بحضانة ابنها ما لم تتزوّج }[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماں بچے کی پرورش اور نگہداری کے لئے زیادہ مناسب ہے جب تک کہ اس کی شادی نہ ہو جائے۔

لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم میں "حضانت" کا لفظ موجود نہیں ہے اور اس کے بجائے قرآن میں رضاع اور کفالت جیسے الفاظ مذکور ہیں لیکن احادیث میں "حضانت" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

حضانت اور ولایت میں فرق:

فقہاء کی اصطلاح میں حضانت بچے کی پرورش کو کہتے ہیں جیسا کہ صاحب جواہر رہ فرماتے ہے: ولاية و سلطنة على تربية الطفل و ما يتعلق بها من مصلحة حفظه و جعله في سريره و كحله و تنظيفه و غسل خرقه و ثيابه و نحو ذلك،..

یا شہید ثانی کی یہ عبارت: الحضانة هي- بفتح الحاء- ولاية على الطفل و المجنون لفائدة تربيته و ما يتعلّق بها من مصلحته، من حفظه و جعله في سريره و رفعه و كحله و دهنه و تنظيفه و غسل خرقه و ثيابه و نحو ذلك. جیسا کہ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ حضانت کی تعریف میں لفظ "ولایت" استعمال ہوا ہے۔

اس لیے یہ ممکن ہے کہ کہا جایے کہ حضانت اور ولایت کے معنی ایک ہیں۔ اور ولایت وہی حضانت ہے جیسا کہ حضانت (بچے کی سرپرستی) کی تعریف میں بیان کیا گیا ہے۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کیا حضانت وہی ولایت ہے یا ولایت سے مختلف ہے۔

یہاں یہ کہنا نہایت ضروری ہے کہ اگرچہ بعض فقہاء نے حضانت کی تعریف میں لفظ ولایت کا استعمال کیا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ولایت اور حضانت کے درمیان فرق ہے۔ صاحب جواہر رہ نے حضانت اور ولایت کے درمیان فرق کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

[1] اصفہانی مجلسی دوم، محمد باقر، بحار الانوار ج۸۹، ص ۲۴۸، مؤسسة الطبع والنشر، بیروت - لبنان، اول، ۱۴۱۰ھ.

[2] علامہ حلّی، حسن بن یوسف بن مطہر اسدی، مختلف الشیعة فی إحکام الشریعة، ج۷، ص ۳۰۸، دفتر انتشارات اسلامی وابستہ بہ جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم، قم - ایران، دوم، ۱۴۱۳ھ ق.ب

{إن كان المراد أنها ولاية كغيرها من الولايات التي لا تسقط بالإسقاط و أنه تجب على الأم مراعاة ذلك على وجه لا تستحق عليه الأجرة كما صرح به في المسالك- منهما ليس في شيء من الأدلة ما يقتضي ذلك، بل فيها ما يقتضي خلافه، كالتعليق على مشيئتها و التعبير بالأحقية، بل ظاهرها كون هذه الأحقية مثلها في الرضاع، و حينئذ لا يكون ذلك واجبا عليها، و لها إسقاطه و المطالبة بأجرته، }[1] لہٰذا اگر حضانت سے مراد ولایت ہو تو دیگر ولایتوں کی مانند قابل اسقاط نہیں ہونا چاہیے، اور اس صورت میں بچے کی دیکھ بھال اور پرورش ماں پر واجب ہے اور وہ اجرت کی حقدار بھی نہیں ہے جیساکہ صاحب مسالک رہ نے اس بات کی تصریح کی ہے۔ اگر ہم اس نظریہ کو قبول کریں تو اس بات پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے، کیونکہ ہم دلیل سے اس بات کو ثابت نہیں کر سکتے {ليس في شيء من الأدلة ما يقتضي ذلك، بل فيها ما يقتضي خلافه} لیکن دلیل سے اس کے برعکس نتیجہ ثابت ہوتا ہے، اور ماں کی مرضی پر حضانت کو موقوف کر دیا ہے. بلکہ دلایل میں ماں کو بچے کی پرورش کا زیادہ حقدار سمجھا ہے، اس لیے بچے کی پرورش ماں پر واجب نہیں ہے اور وہ اس حق کو ساقط کر سکتی ہے اسی طرح معاوضہ کا بھی مطالبہ کر سکتی ہے۔ پس یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ :

حضانت اور ولایت کے درمیان فرق موجود ہے اور حضانت قابل اسقاط ہے اور ماں بچے کی پرورش کسی اور کے حوالہ کر سکتی ہے یا بچے کی دیکھ بھال کے بدلے اجرت وصول کر سکتی ہے۔ اسی فرق کی وجہ سے بعض نے حضانت کی تعریف میں لفظ ولایت کا استعمال نہیں کیا ہے۔ جیساکہ جناب آقای محمد فاضل لنکرانی "ولایت" کا لفظ استعمال کئے بغیر حضانت کی تعریف یوں فرماتے ہیں: {الحضانة:بالفتح أوالكسرأصلهاالحفظ والصيانة،ويرجع إليه ماقيل:من أنّهامن الحضن،وهومادون الإبط إلى الكشح، يُقال: حضن الطائر بيضه يحضنه إذا ضمّه إلى نفسه،والمرادهو تربيةالطفل وما يتعلّق بها من مصلحة]{2}

محقق کرکی رہ نے بھی ولایت کا لفظ استعمال کئے بغیر حضانت کی تعریف کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضانت سے مراد: {حفظ الولد،وتربيته، و دهنه، و كحله، و غسل خرقه و تنظيفه، و جعله في سريره و ربطه إلى آخر سائر ما يحتاج إليه}[3] کچھ دوسرے فقہا جیسے علامہ حلی رہ اور مرحوم سبزواری رہ نے بھی حضانت کی تعریف میں لفظ "ولایت" استعمال نہیں کیا ہے۔

[1] النجفی، محمد حسن، جواہر الکلام فی شرح شرائع الاسلام، ج۳۱، ص ۲۸۳-۲۸۴.
[2] لنکرانی، محمد فاضل، تفصیل الشریعة فی شرح تحریر الوسیلة (النکاح)، ص ۵۵۶، مرکز فقهی ائمه اطهار علیهم السلام، قم-ایران، اول، ۱۴۲۱ھ ق.
[3] کرکی، علی بن حسین، جامع المقاصد فی شرح القواعد، ج۷، ص ۱۲۹، مؤسسه آل البیت علیهم السلام، قم-ایران، دوم، ۱۴۱۴ھ ق.

اس لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضانت ولایت سے مختلف ہے۔ کیونکہ ولایت زیادہ تر جائیداد اور اثاثوں کے انتظام کے لیے ہوتا ہے جبکہ حضانت سے مراد بچے کی دیکھ بھال، پرورش اور جسمانی تربیت ہے۔حضانت قابل اسقاط بھی ہے اور بچے کی ماں کسی اور کو حضانت کا حق دے سکتی ہے یا بچے کی دیکھ بال کے بدلے باپ سے رقم وصول کر سکتی ہے۔

حضانت کے دلائل

والدین پر حضانت کی ذمہ داری کو ثابت کرنے کے لیے قرآن کریم، احادیث، سیرہ عقلاء اور دلیل عقلی سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

پہلی دلیل: قرآن کریم

والدین پر بچے کی حضانت کے واجب ہونے کی ایک دلیل قرآن کریم کی آیات ہیں۔ یہاں ہم دو آیتوں کو ذکر کرکے ان کا جائزہ لیں گے۔

ا۔آیہ لا تضار:

بچے کی حضانت پر دلالت کرنے والی آیتوں میں سے ایک آیت لا تضار ہے، خداوند متعال قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

{وَالْوالِداتُ يُرْضِعْنَ أَوْلادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كامِلَيْنِ لِمَنْ أَرادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضاعَةَ وَ عَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلاَّ وُسْعَها لا تُضَارَّ والِدَةٌ بِوَلَدِها وَ لا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ---- }[1] اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں، (یہ حکم) ان لوگوں کے لیے ہے جو پوری مدت دودھ پلوانا چاہتے ہیں اور بچے والے کے ذمے دودھ پلانے والی ماؤں کا روٹی کپڑا معمول کے مطابق ہوگا، کسی پر اس کی گنجائش سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے، بچے کی وجہ سے نہ ماں کو تکلیف میں ڈالا جائے اور نہ باپ کو اس بچے کی وجہ سے کوئی ضرر پہنچایا جائے۔

اس آیت کریمہ کے مطابق ماں پر لازم ہے کہ وہ اپنے بچے کو دو سال تک دودھ پلائے۔ پھر فرماتے ہیں کہ باپ (مولود لہ) سے مراد وہ شخص جس کا بچہ ہے، اسے ماں کی کفالت، جیسے خوراک، لباس اور دودھ کی قیمت ادا کرنی ہوگی۔اور آخر میں فرماتا ہے: {

---

[1] البقرۃ، ۲۳۳۔

لاتُضَارَّ والِدَةٌ بِوَلَدِها وَ لا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ .. } والدین کو بچے کو نقصان پہنچانے کا حق نہیں ہے۔ یہاں آیت کے مطابق سب سے پہلے ہم حضانت کا حکم بیان کرتے ہیں:

وجوب حضانت:

اس آیت کریمہ کے مطابق بچے کو نقصان پہنچانا قطعاً جائز نہیں، ماں اور باپ دونوں بچے کو نقصان نہ پہنچائیں، اب اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ نقصان جسمانی معاملات سے مربوط ہو جیسے بچے کی دیکھ بھال، اسے کھانا کھلانا، نہلانا، اس کے کپڑے، اس کی صفائی، یا دیگر معاملات سے۔ آیہ کریمہ مطلّقا حکم دیتی ہے کہ بچے کو نقصان پہنچانا قطعاً جائز نہیں ہے اسی طرح ترک حضانت یعنی اس کی پرورش کو قبول نہ کرنا گویا اسے نقصان پہنچانا ہے جو کہ حرام ہے اور آیت اس سے منع کرتی ہے۔

جناب آقای اعرافی اس سلسلے میں فرماتے ہیں: "لا تضر" کی آیت سے بچے کی حضانت پر استدلال کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ آیت کہتی ہے: والدین کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو نقصان نہ پہنچائیں، اور ان نقصانات میں سے ایک نقصان بچے کی پرورش کو ترک کرنا ہے۔ اگر بچے کو اس کی ماں اور باپ سے جدا کرے تو اسے نقصان ہو جاتا ہے۔ لہذا آیہ کریمہ حرمت پر دلالت کرتی ہے۔
ایک اور نکتہ یہ ہے کہ جب آیت کہتی ہے کہ والدین اپنے بچوں کو نقصان نہ پہنچائیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ نقصان کبھی کسی فعل کو انجام دے کر اور کبھی کسی فعل کو ترک کر پہنچا سکتا ہے۔ بنابراین آیہ کریمہ کے مطابق بچے کو نقصان پہنچانا مطلّقا جائز نہیں ہے اور نہ ہی باپ اور نہ ہی ماں کو بچے کو نقصان پہنچانا چاہیے، اب اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ نقصان جسمانی معاملات سے مربوط ہو جیسے بچے کی دیکھ بھال، اسے کھانا کھلانا، کپڑے دھونا، اس کی صفائی کرنا، یا دوسرے معاملات سے۔ پس ایک نقصان خود حضانت کو ترک کرنا ہے لہٰذا ماں باپ کا بچے سے جدا ہونا بچے کے لیے نقصان کا باعث بنتی ہے اور آیت کریمہ اس سے منع کرتی ہے۔

۲۔ آیہ ائتمار:

ایک اور آیت جس کے مطابق والدین پر حضانت واجب ہے وہ سورہ طلاق کی چھٹی آیت ہے۔ خداوند متعال قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: { أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وُجْدِكُمْ وَ لا تُضارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ وَ إِنْ كُنَّ أُولاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا

عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَ أْتَمِرُوا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوفٍ وَ إِنْ تَعاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرى }[1]

ان عورتوں کو (زمانہ عدت میں) بقدر امکان وہاں سکونت دو جہاں تم رہتے ہو اور انہیں تنگ کرنے کے لیے تکلیف نہ پہنچاؤ، اگر وہ حاملہ ہوں تو وضع حمل تک انہیں خرچہ دیتے رہو پھر اگر تمہارے کہنے پر وہ دودھ پلائیں تو انہیں (اس کی) اجرت دے دیا کرو اور احسن طریقے سے باہم مشورہ کر لیا کرو اور (اجرت طے کرنے میں) اگر تمہیں آپس میں دشواری پیش آئے تو (ماں کی جگہ) کوئی اور عورت دودھ پلائے گی۔

حضانت کا حکم:

اس آیت کے مطابق مرد اور عورت کو بچوں کے معاملے میں آپس میں مشورہ کرنا چاہیے تاکہ مرد کو زیادہ اجرت دینے سے نقصان نہ پہنچے، اور عورت کو بہت کم اجرت لینے سے نقصان نہ ہو اسی طرح بچے کو بھی دودھ پلانے کی مدت میں کمی اور دیگر چیزوں سے نقصان نہ پہنچے۔[2] اس آیت کے مطابق والدین پر واجب ہے کہ وہ ان چیزوں کے بارے میں مشورہ کریں جو بچے کے بہترین مفاد میں ہوں۔ مشورت ایسے معاملات کے بارے میں ہیں جو بچے کے بہترین مفاد میں ہوں خواہ وہ مادی امور سے مربوط ہو یا معنوی امور سے۔ لہٰذا والدین پر لازم ہیں کہ وہ ان امور میں مشاورت کریں کیونکہ ان امور کو انجام دینا ان کا فریضہ ہے۔ مشورت کے بعد ایسے معاملات سے نمٹنے کے لیے اقدام کریں جو بچے کے بہترین مفاد میں ہوں اور وہ کام انجام نہ دیں جو بچے کے لیے نقصان دہ ہو، بچوں کی نگہداری اور سرپرستی ان کاموں میں سے ہے کہ اس کا انجام دینا بچوں کے لیے مفید اور اسے ترک کرنا ان کے لئے نقصان دہ ہے۔

مرحوم طبرسی رہ کا نظریہ

تفسیر مجمع البیان میں مرحوم طبرسی رہ فرماتے ہیں: { يأتمرون بك أي يتشاورون و الأقوى عندي أن يكون المعنى دبروا بالمعروف بينكم في أمر الولد و مراعاة أمه حتى لا يفوت الولد شفقتها و غير ذلك }[3] يأتمرون سے مراد یہ

---

[1] طلاق، ٦

[2] طباطبائی، محمد حسین، المیزان فی تفسیر القرآن، ج ١٩، ص ٣١٧

[3] طبرسی، فضل بن حسن، مجمع البیان فی تفسیر القرآن، ج ١٠، ص ٤٦٤.

ہے کہ والدین آپس میں مشورہ کریں، اور میرے خیال کے مطابق اقوی یہ ہے کہ بچے کے معاملات اور ماں کے حوالے سے اچھے اور مناسب انتظامات کریں، تاکہ بچہ ماں کی شفقت اور محبت سے محروم نہ ہو۔

لہٰذا صاحب البیان بھی بچے کے معاملات میں مناسب طریقے سے کام کرنے اور اس کے حقوق کا احترام کرنے کے بارے میں زور دیتا ہے۔ پس حضانت یعنی بچے کو پالنا اور اس کی حفاظت کرنا، اس کی دیکھ بھال کرنا بطریق اولی باپ اور ماں پر واجب ہے، و گرنہ بچے کو نقصان اور ضرر پہنچتا ہے۔ آیت کریمہ بالملازمہ حضانت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ حضانت بھی بچے کے امور میں سے ہے اور اس کا خیال نہ رکھنے سے بچے کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔

آیت اللہ اعرافی کا نظریہ:

{وَ أْتَمِرُوا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوفٍ} یعنی بچے کے معاملے میں، اچھے طریقہ سے پیش آجاو اور اس کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ بچے کو نقصان نہ پہنچاؤ، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ بچے کو فائدہ بھی پہنچنا ضروری ہے۔ بچے کے امور کے بارے میں معمول کے مطابق منصوبہ بندی کرو جن میں ایک رضاع اس کے دودھ کا مسئلہ ہے اور دوسرا اہم مسئلہ اس کی حفاظت اور دیکھ بال کرنا ہے۔ آیہ کریمہ کے مطابق بچے کی نگہداری اور اس بات کے لئے سعی و کوشش کرنا کہ بچہ ماں باپ کی حمایت میں پرورش پائے، والدین پر فرض ہے، خواہ وہ طلاق یافتہ ہوں یا طلاق سے پہلے ہوں، اس میں دونوں صورتیں شامل ہیں۔ اس آیت کے ذریعہ سے حضانت پر استدلال پہلی والی آیت سے زیادہ قوی ہے۔[1]

دوسری دلیل: عقلاء کی سیرت

ایک اور دلیل جس سے حضانت کے وجود کو استفادہ کر سکتا ہے، وہ عقلاء کی سیرت ہے۔ عقلا کی سیرت سے مراد عقلاء کا کسی کام کو انجام دینے یا ترک کرنے کی روش ار طریقہ کار ہے خواہ وہ عقلاء متدین ہو یا غیر متدین۔[2] کسی فعل کو انجام دینے اور نہ دینے میں معاشرے کے خردمندوں کے اتفاق کا نام سیرہ عقلاء ہے۔

مرحوم مظفر رہ فرماتے ہیں: [استمرار عادة الناس و تبانيهم العملي على فعل شيء , او ترك شيء} سیرت عقلاء سے مراد لوگوں کی عادت کا تسلسل اور کسی کام کو انجام دینے یا ترک کرنے میں ان کی آپس میں اتفاق ہے[3]۔ سیرت عقلاء کے لیے

---

[1] اعرافی، علی رضا، فقہ تربیتی، تربیت خانوادگی، جلسہ ۱۳۸۸/۷/۲۸.
[2] صدر، محمد باقر، المعالم الجدیدہ للاصول، ج۱، ص۱۶۹؛ حکیم، سید محمد تقی، الاصول العامہ للفقہ المقارن، ج۱، ص۳۹۷.
[3] مظفر، محمد رضا، اصول مظفر، ج۲، ص۱۵۹.

شارع کی طرف سے اجازت ضروری ہے لیکن اس اجازت سے مراد کسی کام کو انجام دینے سے نہ روکنا ہے۔ لہٰذا اگر عقلاء کی کوئی سیرت موجود ہو اور لوگ شارع کے سامنے کوئی فعل انجام دیں اور شارع روک سکتے ہوئے اس عمل سے لوگوں کو نہ روکیں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ کام شارع کے نزدیک جائز ہے۔ کیونکہ اگر یہ فعل جائز نہ ہوتا تو شارع کو اس کام سے منع کرنا چاہیے تھا یا کم از کم اس کام کی مخالفت کرتا۔[1]

لہٰذا سیرہ عقلاکے معاملے میں ہم شریعت سے اس کے دستخط یا تایید حاصل کر سکتے ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ شارع منسوخ کر سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ والدین اور عقلمند لوگ سب اپنے بچوں کا خیال رکھتے ہیں اور جسمانی طور پر ان کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور شریعت نے بھی اس سے منع نہیں کیا ہے۔

آیت اللہ اعرفی فرماتے ہیں: اس میں کوئی شک نہیں کہ یہاں طرزِ فکر والدین کی تحویل میں ہے، اس لیے کوئی یہ کہے کہ یہ طرزِ زندگی صرف عام معنوں میں اجازت دیتا ہے اور ضرورت اور ترجیح سے نہیں نکلتا۔ جواب یہ ہے کہ اگرچہ عام اصولوں سے منظوری یا ذمہ داری حاصل کرنا ممکن نہیں ہے، لیکن یہاں عقلی ضرورت مدد کرتا ہے۔ اور فکری ضرورت کہتا ہے کہ جو عمل انہوں نے عقلی طور پر کیا اس کے ساتھ دینی بھی تھا جو کہ فرض ہے، یعنی اگر کوئی بچے کی دیکھ بھال عقلی طور پر نہیں کرے گا تو اس کی سرزنش کی جائے گی اور معاشرہ اس کی مذمت کرے گا۔

بنابراین حضانت کے مسئلہ میں بھی عقلاء کی سیرت یہی ہے کہ بچے کی دیکھ بھال کی ذمہ داری والدین پر ہیں۔ یہاں عقلاء عالم کی سیرت موجود ہیں کہ وہ بچوں کی نگہداری اور سرپرستی کرتے ہیں اور شارع نے بھی انہیں اس کام سے منع نہیں کیا ہے۔ یہاں عقلی ارتکازات موجود ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ عقلاء عالم کی سیرت ان پر فرض ہونے کی وجہ سے ہیں یعنی اگر کوئی بچے کی نگہداری اور دیکھ بھال نہ کریں تو عقلاء عالم اس شخص کی مذمت کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ سیرت فقط ایک معمولی سیرت نہیں ہے بلکہ اس سیرت کے ساتھ ارتکازات عقلی بھی ہمراہ ہیں جو حضانت کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔[2]

تیسری دلیل: عقل

حضانت کے وجوب پر ایک اور دلیل عقل کا حکم ہے، عقل کا حکم ہے کہ بچے کو حضانت یعنی نگہداری اور دیکھ بھال کی ضرورت ہے اور والدین پر فرض ہے کہ وہ اس کی دیکھ بھال کرے کیونکہ والدین خصوصاً ماں بچے کے ساتھ دوسرے رشتہ داروں کی نسبت

---

[1] مظفر، محمد رضا، اصول مظفر، ج۲، ص۱۵۹.

[2] اعرافی، علی رضا، فقہ تربیتی، تربیت خانوادگی، جلسہ ۱۳۸۸/۸/۶.

زیادہ مہربان ہوتی ہے۔ لہٰذا والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچے کی حضانت کی ذمہ داری کو اچھے طریقہ سے انجام دیں۔ اور اگر وہ بچے کی پرورش، دیکھ بھال اور تعلیم و تربیت کا فریضہ ادا نہ کریں تو عقلمند لوگ اس کی مذمت کریں گے۔[1]

آقای اعرافی فرماتے ہیں: عقل کے مطابق بچوں کی دیکھ بھال اچھا کام ہے اور اس فریضہ کو ترک کرنا قبیح ہے۔ عقل کے مطابق یہ ذمہ داری والدین پر لازم ہیں اور اس عمل کو ترک کرنا قبیح ہے۔ عقلاء کے درمیان یہ کام والدین پر واجب ہیں اور اگر وہ ترک کریں تو ان کی توبیخ اور سرزنش کی جاتی ہے مگر یہ کہ وہ اس ذمہ داری کو کسی اور کے حوالہ کریں یا کوئی اچھا آدمی اس کی پوری طرح دیکھ بھال کرے۔ بہر حال عقلاء اس ذمہ داری کو واجب سمجھتے ہیں اہل عقل اسے فرض سمجھتے ہیں۔ یہ حکم عقلی اور عقلی ارتکازات قاعدہ ملازمہ کے ذریعہ شارع کا حکم بن جاتا ہے یعنی یہ حکم شارع کے علم میں ہوتے ہوئے اس نے اس کام سے منع نہیں کیا ہے۔[2]

لہٰذا حضانت کے وجوب پر ایک دلیل، عقلی حکم ہے جس کے مطابق والدین پر لازم ہیں کہ وہ اپنے بچے کی پرورش کریں۔ اگر والدین اس فریضہ کو انجام نہ دیں تو عقلاء اس کی مذمت اور سرزنش کرتے ہیں۔

چوتھی دلیل: روایات

حضانت کے بارے میں بہت زیادہ روایات موجود ہیں۔ روایات کے مطابق ماں کو بچے کی نگہداری اور دیکھ بھال کا حق زیادہ حاصل ہے۔ احادیث میں لفظ احق ذکر ہوئی ہے۔ بعض روایات کے مطابق ماں کو دو سال تک بچے کی پرورش اور دیکھ بھال کا حق حاصل ہے جبکہ بعض دوسری روایتیں ماں کو سات سال تک حقدار قرار دیتی ہیں۔ یہاں ہم تین روایتوں کا ذکر کرتے ہیں۔

الف. پہلی روایت:

اس روایت کو ابی الصباح کنانی نے امام صادق علیہ السلام سے روایت کیا ہے۔

{مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيى، عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْفُضَيْلِ، عَنْ أَبِي الصَّبَّاحِ الْكِنَانِيِّ:عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عليه السلام، قَالَ: «إِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ وَهِيَ حُبْلى ، أَنْفَقَ عَلَيْهَا حَتّى تَضَعَ حَمْلَهَا، فَإِذَا وَضَعَتْهُ أَعْطَاهَا أَجْرَهَا، وَلَا يُضَارَّهَا إِلَّا أَنْ يَجِدَ مَنْ هُوَ أَرْخَصُ أَجْراً مِنْهَا، فَإِنْ هِيَ رَضِيَتْ بِذلِكَ الْأَجْرِ، فَهِيَ

[1] انصاری، قدرت اللہ، موسوعہ احکام الاطفال وادلتہا، ج۱، ص ۳۱۲، مرکز فقہی ائمہ اطہار علیہم السلام، چ۱، قم۔ایران، ۱۴۲۹ھ ق.

[2] اعرافی، علی رضا، فقہ تربیتی، تربیت خانوادگی، جلسہ ۱۳۸۸/۸/۱۲.

أَحَقُّ بِابْنِهَا حَتّى تَفْطِمَهُ}[1] محمد بن یحییٰ نے احمد بن محمد سے اور اس نے محمد بن اسماعیل سے اور اس نے محمد بن الفضیل سے اور اس نے ابی صباح کنانی سے، اور اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اگر مرد عورت کو حاملہ ہونے کی حالت میں طلاق دے تو مرد پر وضع حمل تک نفقہ دینا چاہیے اور جب وضع حمل ہو جائے تو اسے بچے کی نگہداری اور دیکھ بھال کی اجرت ادا کرے اور اس حوالے سے بچے کو کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ اگر کوئی ایسی عورت ملے جو بچے کی نگہداری اور دیکھ بھال کے لئے اس کی ماں سے کم اجرت لیتا ہو تو پھر بچہ کو اس کے حوالہ کریں گے لیکن اگر ماں اس سے کم مقدار پر راضی ہو جائے تو دو سال تک اس بچے کی نگہداری اور دیکھ بھال کے لئے اس کی ماں زیادہ حقدار ہے۔

اس روایت کے مطابق ماں دو سال تک بچے کی نگہداری اور دیکھ بھال کے لئے زیادہ مناسب ہے خواہ وہ بچہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ بعض فقہاء نے اس حدیث اور قرآنی آیت { والْوالِداتُ يُرْضِعْنَ أَوْلادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كامِلَيْنِ } کو سامنے رکھتے ہوئے یہ فتوی دیا ہے کہ ماں کو دو سال تک بچے کی پرورش کا حق حاصل ہے۔ اس روایت کے مطابق دو سال تک بیٹا ہو یا بیٹی ماں ہی اس کی پرورش اور دیکھ بھال کے لئے زیادہ حقدار ہے لیکن دو سال کے بعد بیٹے کی دیکھ بھال کے لئے باپ زیادہ مناسب ہے۔ اس روایت کے تمام راوی موثق اور قابل قبول ہیں۔

ب. دوسری روایت:

یہ روایت ایوب بن نوح سے مروی ہے۔ {مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بِإِسْنَادِهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ نُوحٍ قَالَ كَتَبَ إِلَيْهِ بَعْضُ أَصْحَابِهِ كَانَتْ لِيَ امْرَأَةٌ وَ لِي مِنْهَا وَلَدٌ- وَ خَلَّيْتُ سَبِيلَهَا فَكَتَبَ ع الْمَرْأَةُ أَحَقُّ بِالْوَلَدِ- إِلَى أَنْ يَبْلُغَ سَبْعَ سِنِينَ إِلَّا أَنْ تَشَاءَ الْمَرْأَةُ}[2]

عبداللہ بن جعفر نے ایوب بن نوح سے روایت کیا ہے کہ: امام ہادی علیہ السلام کے اصحاب میں سے کسی نے امام سے خط کے ذریعہ سوال کیا: میری ایک بیوی تھی جس سے میرا بچہ ہے اور میں نے اسے طلاق دی ہے، اس کے جواب میں امام نے لکھا: {المرأة أحقّ بالولد إلى أن يبلغ سبع سنين الّا أن تشاء المرأة} عورت سات سال تک اپنے بچے کی نگہداری اور دیکھ بھال کے لئے زیادہ مناسب ہے، مگر یہ کہ وہ خود قبول نہ کرے۔۔ اس روایت میں امام فرماتے ہیں کہ ماں سات سال کی عمر تک

---

[1] الکلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، ج۱۱، ص ۵۸۴، دار الحدیث للطباعۃ والنشر، قم-ایران، اول، ۱۴۲۹ھ ق.

[2] حر عاملی، محمد بن حسن، وسائل الشیعۃ، ج۲۱، ص ۴۷۲؛ صدوق، محمّد بن علی بن بابویہ، من لایحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۴۳۵، دفتر انتشارات اسلامی وابستہ بہ جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم، قم-ایران، دوم، ۱۴۱۳ھ ق؛ حر عاملی، محمد بن حسن، وسائل الشیعۃ، ج۲۱، ص ۴۷۲.

بچے کی پرورش کے لئے زیادہ حقدار ہے۔ خواہ فرزند بیٹا ہو یا بیٹی، دونوں صورتوں میں ماں زیادہ حقدار ہے۔ بعض فقہاء اسی روایت کو مد نظر رکھتے ہوئے فتوی دیا ہے۔ {الأمّ أحقّ بالولد مطلقا إلى سبع سنين من غير فرق بين الذكر و الأنثى}[1] ساتٔ سال کی عمر تک بچے کی پرورش کرنا ماں کا حق ہے خواہ فرزند لڑکا ہو یا لڑکی۔

سندی اعتبار سے یہ روایت صحیح ہے اور اس کی سند میں کوئی مشکل نہیں ہے اور فقہاء نے بھی اس روایت پر عمل کیا ہے۔[2]

ج. تیسری روایت

یہ روایت بھی ایوب بن نوح سے منقول ہے۔ {أَيُّوبُ بْنُ نُوحٍ قَالَ كَتَبَ مَعِي بِشْرُ بْنُ بَشَّارٍ جُعِلْتُ فِدَاكَ رَجُلٌ تَزَوَّجَ امْرَأَةً فَوَلَدَتْ مِنْهُ ثُمَّ فَارَقَهَا مَتَى يَجِبُ لَهُ أَنْ يَأْخُذَ وَلَدَهُ فَكَتَبَ لَهُ إِذَا صَارَ لَهُ سَبْعُ سِنِينَ فَإِنْ أَخَذَهُ فَلَهُ وَ إِنْ تَرَكَهُ فَلَهُ}[3]

ایوب بن نوح کہتے ہیں: ہم نے بشر بن بشار کے ذریعہ امام ہادی علیہ السلام کو خط لکھا اور پوچھا: میری جان آپ پر قربان ہو جائے۔ ایک مرد نے کسی عورت سے شادی کی اور اس سے بچہ پیدا ہوا لیکن پھر ان کے درمیان جدائی ہوئی ہے۔ یہ شخص کب اپنے فرزند کی دیکھ بھال کے لئے اسے اپنے پاس لا سکتا ہے؟ امام نے جواب میں لکھا: جب وہ سات سال کا ہو جائے تو اسے وہ لے سکتا ہے یا اسے اس کی ماں کے پاس چھوڑ سکتا ہے۔ اس روایت کے روایان بھی ثقہ ہیں اس لئے سندی اعتبار سے اس روایت میں کوئی مشکل نہیں ہے۔[4]

ان روایات کی جانچ پڑتال کرنے کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ بچے کی پرورش اور دیکھ بھال کے لئے جب ماں موجود ہو تو ماں زیادہ حقدار ہے۔ یعنی جب تک ماں موجود ہے کسی اور کو اس میں دخل اندازی کا حق نہیں ہے۔ بعض روایات کے مطابق ماں کا حق دو سال تک ہے اور بعض دیگر روایات کے مطابق سات سال تک ماں کو بچے کی پرورش اور دیکھ بھال کا حق حاصل ہے۔

---

[1] عاملی، محمد بن علی موسوی، نہایۃ المرام فی شرح مختصر شرائع الاسلام، ج۱، ص ۴۶۷، دفتر انتشارات اسلامی وابستہ بہ جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم، قم-ایران، اول، ۱۴۱۱ھ ق.

[2] موسوی عاملی، سید محمد بن علی، نہایہ المرام، ج۱، ص ۴۶۷۔ فاضل ہندی، محمد بن حسن، کشف اللثام، ج۷، ص ۵۵۰۔ شبیری زنجانی، سید موسی، کتاب النکاح، ج ۲۵، ص ۹۵۴.

[3] ابن ادریس، محمد بن منصور بن احمد، السرائر الحاوی لتحریر الفتاوی، ج ۳، ص ۵۸۱؛ حر عاملی، محمد بن حسن، وسائل الشیعۃ، ج ۲۱، ص ۴۷۳، مؤسسہ آل البیت علیہم السلام، قم-ایران، اول، ۱۴۰۹ھ ق.

[4] طوسی، ابو جعفر محمد بن حسن، الفہرست، ص ۳۸۴۔ ابن داود حلی، حسن بن علی، رجال ابن داود، ص ۶۴۔ نجاشی، احمد بن علی، رجال النجاشی، ص ۳۰۳.

جب تک ماں موجود ہے باپ کو حق نہیں ہے کہ وہ بچے کی پرورش اور دیکھ بھال کے لئے کسی اور کا انتخاب کرے کیونکہ ماں کو دوسرے افراد کی نسبت پر فوقیت حاصل ہے۔ اگر کوئی کم اجرت پر بچے کی حضانت کے لیے راضی ہو جائے اور ماں بھی اسی اجرت پر راضی ہو تو پھر بھی ماں کو فوقیت حاصل ہے۔ فرزند کی پرورش میں ماں مقدم ہے چاہے فرزند بیٹا ہو یا بیٹی۔

نتیجہ

ہم یہاں نکات کی شکل میں اس تحقیقی مقالہ کا نتیجہ بیان کریں گے۔

ا۔لغت میں حضانت سے مراد کسی شئی کی حفاظت اور نگہداری کرنا ہے۔ حاضن اور حاضنہ اس مرد اور عورت کو کہا جاتا ہے جو بچے کی دیکھ بھال اور اس کی پرورش کرتا ہے۔

۲۔اصطلاح میں حضانت سے مراد بچے کی پرورش کرنا اور اس کے جسمانی امور کی دیکھ بھال سے متعلق ہیں۔ جیسے دودھ پلانا، مناسب جگہ پر رکھنا، محفوظ جگہ پر سلانا، صفائی کرنا، نہانا، کنگھی کرنا، بیماری کی صورت میں علاج کرنا، ویکسین لگانا، اسے نقصان دہ چیزوں سے منع کرنا وغیرہ۔

۳۔قرآن کریم میں "حفاظت" کا لفظ نہیں آیا ہے لیکن رضاع اور کفالت جیسے الفاظ مذکور ہیں۔احادیث میں "حضانت" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

۴۔حضانت اور ولایت کے درمیان فرق موجود ہے اور حضانت قابل اسقاط ہے یعنی ماں اس حق کو کسی اور کے سپرد کر سکتی ہے یا اس کام کے لئے اجرت لے سکتی ہے۔اور ماں بچے کی تحویل کسی اور کو دے سکتی ہے یا بچے کی تحویل کے بدلے اجرت وصول کر سکتی ہے۔ ولایت زیادہ تر جائیداد اور اس طرح کی چیزوں کے حوالہ سے ہے جبکہ حضانت بچوں کی دیکھ بھال حفاظت اور اس کی جسمانی تربیت سے مربوط ہے۔

۵۔حضانت حکم نہیں بلکہ حق ہے اسی وجہ سے قابل اسقاط ہے۔

۶۔والدین پر بچوں کی حضانت کے واجب ہونے پر قرآن کریم، روایات، دلیل عقلی اور سیرت عقلاء سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔

۷۔بعض احادیث کے مطابق ماں کو دو سال تک بچے کی پرورش کا حق حاصل ہے جبکہ بعض دیگر احادیث کے مطابق یہ حق سات سال کی عمر تک ہے۔

۸۔جب تک ماں موجود ہے، باپ کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ بچے کی دیکھ بھال اور پرورش کسی اور شخص کے سپرد کرے۔

۹۔بچے کی پرورش میں ماں کو دوسروں پر فوقیت حاصل ہے چاہیے فرزند بیٹا ہو یا بیٹی۔

۱۰۔ماں بچے کی حضانت کے لئے اس کے شوہر سے اجرت حاصل کر سکتا ہے اور والد کے لیے ماں کی اجرت ادا کرنا ضروری ہے۔

فہرست منابع:

قرآن کریم

١. ابن ادریس، محمد بن منصور بن احمد، السرائر الحاوی لتحریر الفتاوی، دفتر انتشارات اسلامی وابستہ بہ جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ، قم، ۱۴۱۰ق.

٢. ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب،، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع - دار صادر، بیروت - لبنان، چ سوم، ۱۴۱۴ق.

٣. ابوالحسین، احمد بن فارس بن زکریا، معجم مقائیس اللغۃ، انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی حوزہ علمیہ قم، چ اول، ۱۴۰۴ق.

٤. اردبیلی، احمد بن محمد، مجمع الفائدۃ والبرہان فی شرح إرشاد الأذہان، دفتر انتشارات اسلامی وابستہ بہ جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم، قم، چ اول، ۱۴۰۳ق.

٥. اصفہانی، مجلسی دوم، محمد باقر بن محمد تقی، بحار الأنوار، مؤسسۃ الطبع والنشر، بیروت - لبنان، چ اول، ۱۴۱۰ق.

٦. انصاری، قدرت اللہ، موسوعہ احکام الاطفال وادلتھا، مرکز فقہی ائمہ اطہار علیہم السلام، قم، چ اول، ۱۴۲۹ق.

٧. حائری، سید علی بن محمد طباطبایی، ریاض المسائل فی تحقیق الأحکام بالدلائل، مؤسسہ آل البیت علیہم السلام، قم، چ اول، ۱۴۱۸ق.

٨. حر عاملی، محمد بن حسن، وسائل الشیعۃ، مؤسسہ آل البیت علیہم السلام، قم، چ اول، ۱۴۰۹ق.

٩. حکیم، سید محمد تقی، الاصول العامہ للفقہ المقارن، جمع جہانی اہل بیت (ع)، چ ۲، ۱۴۱۸ق.

١٠. حلی، حسن بن علی بن داوود، رجال ابن داود، انتشارات دانشگاہ تہران، ۱۳۸۳ش.

١١. حلی، حسن بن یوسف بن علی بن مطہر، الخلاصہ للحلی، دار الذخائر، قم، ۱۴۱۱ ہجری قمری.

١٢. حلّی، علامہ، حسن بن یوسف بن مطہر اسدی، تذکرۃ الفقہاء، مؤسسہ آل البیت علیہم السلام، قم، چ اول، ۱۴۱۴ق.

١٣. حلّی، علامہ، حسن بن یوسف بن مطہر اسدی، مختلف الشیعۃ فی إحکام الشریعۃ، دفتر انتشارات اسلامی وابستہ بہ جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم، چ دوم، ۱۴۱۳ق.

١٤. حلّی، محقق، نجم الدین، جعفر بن حسن،، شرائع الاسلام فی مسائل الحرام والحلال، موسسہ اسماعیلیان، چ دوم، قم، ۱۴۰۸ق.

١٥. خوانساری، سید احمد بن یوسف، جامع المدارک فی شرح مختصر النافع، مؤسسہ اسماعیلیان، قم، چ دوم، ۱۴۰۵ق.

١٦. خوئی، سید ابوالقاسم، معجم رجال الحدیث، مرکز نشر آثار شیعہ، قم، ۱۴۱۰ ہجری قمری.

۱۷. سبزواری، محقق، محمد باقر بن محمد مؤمن، کفایۃالأحکام، دفتر انتشارات اسلامی وابستہ بہ جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم، چ اول، ۱۴۲۳ھ ق.

۱۸. شبیری زنجانی، سید موسی، کتاب النکاح، مؤسسہ پژوہشی رای پرداز، قم، چ اول، ۱۴۱۹ھ ق.

۱۹. صدر، سید محمد باقر، المعالم الجدیدہ للاصول، کتاب فروشی النجاح، تہران، چ دوم، ۱۳۹۵ش.

۲۰. صدوق، محمّد بن علی بن بابویہ، من لایحضرہ الفقیہ، دفتر انتشارات اسلامی وابستہ بہ جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم، چ دوم، ۱۴۱۳ھ ق.

۲۱. طباطبائی، محمد حسین، المیزان فی تفسیر القرآن، موسسہ الاعلمی للمطبوعات، لبنان - بیروت، چ ۲، ۱۳۹۰ھ ق.

۲۲. طبرسی، فضل بن حسن، مجمع البیان فی تفسیر القرآن، انتشارات ناصر خسرو، چ ۳، تہران، ۱۳۷۲ش.

۲۳. طریحی، فخر الدین، مجمع البحرین، کتابفروشی مرتضوی، تہران، چ ۳، ۱۳۷۵ش.

۲۴. طوسی، ابو جعفر محمد بن حسن، الفہرست، المکتبۃالمرتضویۃ، نجف اشرف.

۲۵. طوسی، ابو جعفر محمد بن حسن، رجال الطوسی، انتشارات حیدریہ، نجف، ۱۳۸۱ہجری قمری.

۲۶. طوسی، ابو جعفر محمد بن حسن، المبسوط فی فقہ الإمامیۃ، المکتبۃالمرتضویۃ لإحیاء الآثار الجعفریۃ، تہران، چ سوم، ۱۳۸۷ھ ق.

۲۷. عاملی، شہید ثانی زین الدین بن علی، مسالک الأفہام إلی تنقیح شرائع الإسلام، مؤسسۃ المعارف الإسلامیۃ، قم، چ اول، ۱۴۱۳ق.

۲۸. عاملی، محمد بن علی موسوی، نہایۃالمرام فی شرح مختصر شرائع الإسلام، دفتر انتشارات اسلامی وابستہ بہ جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم، چ اول، ۱۴۱۱ھ ق.

۲۹. علامہ حلی، حسن بن یوسف بن مطہر اسدی، تذکرہ الفقہاء، مؤسسہ آل البیت علیہم السلام، چ اول، ۱۳۸۸ھ ق.

۳۰. فراہیدی، خلیل بن احمد، کتاب العین، نشر ہجرت، قم، چ دوم، ۱۴۱۰ھ ق.

۳۱. کیدری، قطب الدین محمد بن حسین، اصباح الشیعہ بمصباح الشریعہ، موسسہ الامام الصادق علیہ السلام، چ ا، ۱۴۱۶ھ ق.

۳۲. کرکی محقق ثانی، علی بن حسین، جامع المقاصد فی شرح القواعد، مؤسسہ آل البیت علیہم السلام، قم، ۱۴۱۴ھ ق.

۳۳. کشی، محمد بن عمر عبدالعزیز، رجال کشی، انتشارات دانشگاہ مشہد، ۱۳۴۸ہجری شمسی.

۳۴. لنکرانی، محمد فاضل موحدی، تفصیل الشریعۃ فی شرح تحریر الوسیلۃ-النکاح، مرکز فقہی ائمہ اطہار علیہم السلام، قم، چ اول، ۱۴۲۱ھ ق.

۳۵. مشکینی، میرزا علی، اصطلاحات الأصول و معظم إبحاثہا، نشر الہادی، قم، چ ششم، ۱۴۱۶ھ ق.

۳۶. مظفر، محمد رضا، اصول مظفر، موسسہ النشر الاسلامی التابعہ لجماعہ المدرسین، قم، چ پنجم، ۱۴۳۰ھ ق.

۳۷. موسوی، سید محمد بن حسن، قواعد فقهیہ، مؤسسہ عروج، چ سوم، تہران, ۱۴۰۱ھ ق،
۳۸. نجاشی، احمد بن علی، رجال النجاشی، انتشارات جامعہ مدرسین، قم، ۱۴۰۷ ہجری قمری
۳۹. نجفی، صاحب الجواہر، محمد حسن، جواہر الکلام فی شرح شرائع الإسلام، دار إحیاء التراث العربی، بیروت - لبنان، چ ہفتم، ۱۴۰۴ھ ق.
۴۰. یزدی، محمد تقی، نظریہ حقوق اسلام، قم، موسسہ آموزشی وپژوہش امام خمینی رہ، ۱۳۸۰ش.